پیغام سیرت

اُسوۂ حسنہ......خواتین کے لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

اس کرۂ ارض پر انسانی زندگی کی ابتدا مرد وعورت کے اتحاد سے ہوئی، اسی سے اس کی نسل پھیلی اور اسی سے علم وفن، صنعت وحرفت اور تہذیب تمدن کا ارتقا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تخلیق میں نمایاں فرق رکھا ہے۔ مرد کو قوی، جفاکش اور نڈر بنایا ہے۔ اسی لئے وہ کھیتی باڑی اور محنت مزدوری کر کے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی معاش کا انتظام کرتا ہے اور ساتھ ہی اپنی قوتِ بازو سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس عورت جسمانی طور پر نازک اور کمزور ہے، الفت وہمدردی اور ایثار کے جذبات رکھتی ہے، اسی بنا پر وہ گھریلو کام کاج، بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کے لئے زیادہ موزوں قرار دی گئی ہے۔

قرآن حکیم میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا
وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ○(۱)

اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ، اور اس نے تمہارے درمیان محبت ومہربانی پیدا کر دی۔

عرب میں عورت کی مظلومیت

مرد وعورت کی قوتوں اور صلاحیتوں کا یہی فرق ان کے لئے عزت وذلت کا معیار بنتا رہا، چونکہ

۱۔ الروم:۲۱

مرد اپنی قوتِ بازو اور جفاکشی کی بنا پر وہ کام آسانی سے کرلیتا ہے جو عورت عموماً اپنی قوت واستطاعت سے باہر سمجھتی ہے، اس لئے نفسیاتی طور پر مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہوگئی اور عورت کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھا جانے لگا، یہاں تک کہ جانوروں کی طرح اس کی خرید وفروخت بھی ہونے لگی۔

چنانچہ خصوصاً عرب میں عورت کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ عورت ان کے ہاں مملوکہ املاک سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اس بنا پر باپ کی وفات کے بعد بیٹا اپنی حقیقی ماں کو چھوڑ کر اس کی دوسری بیویوں پر قبضہ کرلیتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند مرجاتا تو اس کے وارث اس کے مکمل حق دار سمجھے جاتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو خود ہی اُس سے شادی کرلیتا اور اگر وہ چاہتے تو کسی دوسرے سے اس کی شادی کردیتے اور اگر چاہتے تو اس کی شادی ہی نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہی لوگ عورت کے خاندان والوں سے زیادہ اس کے حق دار سمجھے جاتے تھے۔ (۲)

دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ حق مہر سے دست بردار ہوجائے یا یونہی نکاح کے بغیر بیٹھی رہے۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ خاوند کے مرتے ہی کوئی شخص آ کر اُس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور وہی اُس کا مختار سمجھا جاتا۔ اگر کپڑا اڈالنے والا اسے حسین وجمیل پاتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا، اگر وہ حسین وجمیل نہ ہوتی تو اسے یونہی روکے رکھتا، یہاں تک کہ وہ مرجائے۔ پھر وہ اس کے مال کا وارث بنتا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جو یتیم بچی ان کی ولایت میں ہوتی، یہ لوگ اس اُمید پر اسے روکے رکھتے کہ جب ان کی بیوی مرجائے گی تو وہ اس سے نکاح کرلیں گے یا اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کرادیں گے۔ (۳)

لڑائیوں میں مفتوحہ قبائل کی جو عورتیں فاتحین کے قبضے میں آجاتی تھیں وہ ان پر ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتے تھے۔ اسی طرح عورت وراثت کی حق دار بھی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ بعض قبائل میں عورت کو باعثِ ننگ وعار قرار دے کر بچپن ہی میں زندہ درگور کردینے کا رواج عام تھا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى
مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي

۲۔ بخاری/کتاب التفسیر۔ سورۃ النساء باب لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا، ۳۔ ابن کثیر/التفسیر/ ج۱، ص ۴۶۵

التُّرَابِ ؕ (۴)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (پیدا ہونے) کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے۔ بیٹی کی خبر کی عار کے سبب وہ (قوم کے) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ یا تو وہ اس ذلت کو لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

واللہ ان کنا فی الجاھلیۃ، مانعد للنساء امرا حتی انزل اللّٰہ تعالیٰ فیھن ماانزل وقسم لھن ما قسم۔(۵)

خدا کی قسم! ہم جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی ہدایات نازل کیں اور ان کے لئے جو حصہ مقرر کرنا تھا، مقرر کیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانۂ جاہلیت کا اپنا ایک واقعہ سنایا۔ وہ کہنے لگے کہ میری ایک بچی تھی اور وہ مجھ سے بہت مانوس تھی۔ جب بھی میں اسے بلاتا وہ خوشی خوشی میرے پاس آجاتی، چنانچہ ایک دن میں نے اُسے آواز دی تو وہ میرے پیچھے پیچھے دوڑی چلی آئی۔ میں اُسے اپنے ساتھ لے گیا، یہاں تک کہ میں قریب کے ایک کنویں پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے اُس کو ہاتھ سے پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا۔ اُس وقت بھی وہ ابا جان! ابا جان! ہی کہتی رہی۔ یہ واقعہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہوگئی۔(۶)

عورت کے بارے میں عمومی ہدایات

اسلام نے عورت کو ان تمام مظالم و مصائب سے نجات دی اور دنیا کے لوگوں کے سامنے بالکل واضح فرمادیا:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا O(۷)

۴۔ النحل: ۵۸، ۵۹، ۵۔ مسلم/ج۲، ص۳۹۵، رقم ۳۱-۱۴۷۹، ۶۔ دارمی/ج۱، ص۱۴، رقم ۲، ۷۔ النساء: ۱

اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرتے رہو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور
اُس نے اس سے اُس کا جوڑا بھی پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد
اور عورتیں پھیلائیں۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے
سے سوال کرتے ہو۔ اور قرابت کا بھی لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ تمہارا نگہبان ہے۔

اس آیت میں صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ سب انسان نفسِ واحد سے پیدا ہوئے ہیں، یعنی آدم علیہ السلام سے، اس لئے پیدائشی طور پر نہ کوئی شریف ہے نہ رذیل، نہ کوئی اعلیٰ ذات کا ہے اور نہ کوئی نیچی ذات کا، سب برابر حیثیت کے مالک ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّاخَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ
لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (۸)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے مختلف
خاندان اور قبیلے بنادیئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں
سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ بے
شک اللہ خوب جاننے والا پوری طرح باخبر ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ چونکہ سب مرد و عورت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اس لئے سب ہم مرتبہ اور مساوی ہیں۔ اب اگر کسی کو دوسرے پر کچھ فضیلت حاصل ہوگی تو وہ اطاعتِ خداوندی اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوگی نہ کہ ذات پات، کنبے، قبیلوں، برادریوں، جماعتوں اور علاقوں کی وجہ سے۔ کنبے، قبیلے اور برادریاں وغیرہ تو محض پہچان کے لئے ہیں، آپس میں تفاخر کے لئے نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ اور عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے، اور تم میں سے جو فاجر و فاسق ہے وہ اللہ کی نظر میں ذلیل و خوار ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر کم خیر کم لاھلہ، وانا خیر کم لاھلی (۹)

تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو، اور میں
اپنے اہل وعیال کے حق میں تم سے بہتر ہوں۔

۸۔الحجرات:۱۳، ۹۔ابن ماجہ/ ج ۲، ص ۶۲۹، رقم ۱۹۷۷۔ترمذی/ ج ۴، ص ۴۷۵۔رقم ۳۹۲۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکمل المؤمن ایمانا احسنھم خلقا، وخیارکم خیارکم لنسائھم خلقا۔ (۱۰)

سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ مومن ہیں جن کے اخلاق سب سے بہتر ہیں، اور تم میں سب سے بہتر اور اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیوی کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔

حضرت امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں تنگی کرنے والا ہو۔ (۱۱)

قرآنِ کریم نے اس تصور ہی کی جڑ کاٹ دی کہ مرد محض اس بنا پر عزت و مرتبے والا ہے کہ وہ مرد ہے اور عورت محض عورت ہونے کی بنا پر ذلیل و کمتر ہے، بلکہ ان میں سے جو بھی ایمان و حسنِ عمل سے آراستہ ہوگا وہی دنیا و آخرت کی فلاح پائے گا، اور جس کا دامن ان اوصاف سے خالی ہوگا وہ ناکام و نامراد رہے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (۱۲)

جو بھی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم دنیا میں بھی اُس کی اچھی زندگی بسر کرائیں گے (اور آخرت میں بھی) اور ہم ان کے کاموں کا ضرور عمدہ بدلہ دیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○ (۱۳)

اور جو کوئی نیک کام کرے گا وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر تل بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ان آیتوں سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمالِ صالحہ کو پسند فرماتا ہے اور اپنے احسان و کرم اور

۱۰۔ ترمذی/ ج۲، ص ۳۸۷۔ رقم ۱۱۶۵، ۱۱۔ کنز العمال، ۱۲۔ النحل: ۹۷، ۱۳۔ النساء: ۱۲۴

فضل ورحم سے اُنہیں قبول فرماتا ہے۔وہ کسی مومن مرد و عورت کے کسی نیک عمل کو ضائع نہیں کرتا۔وہ مومنوں کواُن کے اعمال کے بدلے میں جنت عطافرمائے گا،خواہ وہ صالح ہوں یا فاسق کیونکہ فاسق مومن بھی کوئی نہ کوئی نیک عمل ضرور کرتا ہے کم ازکم توحید کی شہادت تو دیتا ہی ہے۔اور ایمان کی سب سے اعلیٰ شاخ یہی ہے۔اس لئے آیت میں دونوں طرح کے مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے،خواہ وہ نیک ہوں یا عابد،کسی مسلمان کےثواب میں کمی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی کے عذاب میں بیشی ہوگی۔

شرم وحیا کی تلقین

اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا کا جو مادہ انسان کی فطرت میں رکھا ہے وہ دوسرے حیوانات میں نہیں رکھا۔اس لئے حیوانات اپنے جسم کے کسی حصے اور اپنے کسی فعل کو چھپانے کا ایسا اہتمام نہیں کرتے جیسا اہتمام انسان کرتا ہے۔اسی لئے تمام اقوام وملل اپنے عقائد ونظریات اور رسوم و عادات واطور کے اختلاف کے باوجود اس پر متفق ومتحد ہیں کہ آدمی کو حیوانات کی طرح بے لباس نہیں رہنا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحیاء من الایمان، والایمان فی الجنة، والبذاء من الجفاء، والجفاء فی النار۔(۱۴)

حیاایمان کی ایک شاخ ہے،اور ایمان کا مقام جنت ہےاور بے حیائی بدکاری میں سے ہےاور بدکاری دوزخ میں پہنچانے والی ہے۔

معاشرتی زندگی میں ستر اور پردے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔یہ انسان کو دوسری مخلوقات، جانوروں اور حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔جس طرح ستر اور پردے کے سلسلے میں انسان کو حیوانات پر فوقیت حاصل ہے اسی طرح اس بارے میں عورت کو مرد کے مقابلے میں برتری حاصل ہے۔عورت کی جسمانی ساخت میں نزاکت اور کشش مردوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔جو بہت سے فتنوں کا سبب اور ذریعہ بن سکتی ہے۔اس کے تدارک کے لئے خالقِ کائنات نے ان میں حیا کا مادہ بھی مردوں سے زیادہ رکھاہے۔اسی لئے عورت کے لئے پردہ ایک بنیادی ضرورت اور فطری تقاضا ہے۔(۱۵)

ایک روایت میں ہے:

۱۴۔ترمذی/ج۳،ص۴۰۶،رقم ۲۰۱۶۔ابن ماجہ/ج۴،ص۶۹۳،رقم ۴۱۸۴، ۱۵۔اسلام اور حجاب/سید فضل الرحمٰن:ص۷۔۹

الحیاء والایمان اوتوھما و منعتموھما(۱۶)

حیااور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، دونوں میں سے اگر ایک نہ رہے تو دوسرا بھی نہ رہے گا۔

انسان کی زینت شرم دحیا سے ہے۔اگر انسان کے پاس یہ دولت نہ رہے تو اُس کی حیثیت دیگر جانداروں سے مختلف نہیں رہتی۔اور پھر اُس کا دل اور جسم ہر گناہ کی آماجگاہ بن جاتا ہے،جس کے بعد یہ مرحلہ آجاتا ہے کہ:

اذالم تستحی فاصنع ماشئت(۱۷)

جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہو کرو۔

مسند بزار اور ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرأۃ عورۃ، فاذا خرجت استشرفھا الشیطان۔(۱۸)

عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔جب یہ گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔یہ سب سے زیادہ اللہ کے قریب اس وقت ہوتی ہے جب یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (۱۹)

اور جب تم پیغمبر (ﷺ) کی بیویوں سے ضرورت کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

اس آیت میں جن لوگوں کو پردے کے پیچھے سے لینے کا حکم دیا گیا ہے وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں،جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤ گے اور جن عورتوں کے بارے میں حکم دیا گیا ہے وہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور اُمت کی مائیں ہیں۔جب ازواجِ مطہرات کو سامنے آکر بات کرنا منع

۱۶۔طبرانی،المعجم الکبیر/رقم ۲۲۶۸۔ہیثمی،مجمع الزوائد/ج۵،ص۱۳۰،رقم ۸۲۶۲، ۱۷۔بخاری/کتاب احادیث الانبیاء، باب۵۴،رقم ۳۴۸۴، ۱۸۔ترمذی/ج۲،ص۳۹۲،رقم ۱۱۷۶۔ابن کثیر/ج۳،ص۴۸۲، ۱۹۔الاحزاب:۵۳

ہے،تو عام خواتین کے لئے چہرے کا چھپانا بطریقِ اولیٰ ضروری ہوگا۔ پھر اسی آیت میں اس حکم کی علت یہ بیان فرمائی:

ذٰلِکُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ؕ

یہ حجاب تمہارے اور اُن کے قلوب کے لئے طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

اس کا صریح اور صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پردہ دونوں کی طہارتِ قلبی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اُسی طرح بے پردگی دلوں کی نجاست اور گندگی کا ذریعہ ہے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار کا ذکر فرمایا تو اُنہوں نے پوچھا:

فالمرأة يا رسول الله ﷺ؟ قال ترخى شبراً، قالت أم سلمه، اذا ينكشف عنها، قال فذراع فذراعا لا يزيد عليه(۲۰)

اے اللہ کے رسول ﷺ عورت کے لئے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا عورت ایک بالشت لٹکا لے۔ حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا ایسی صورت میں تو اُس کے پاؤ[illegible]ئیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر اسے چاہئے کہ وہ ایک ہاتھ کی مقدار تک چادر لٹکا لے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان المرأة تقبل فى صورة الشيطان، وتدبر فى صورة الشيطان .

بے پردہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں ہی واپس جاتی ہے۔(۲۱)

حضرت قیس بن شماسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت جس کو اُمِ خلاد کہتے تھے، اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئی کہ آپ ﷺ سے یہ معلوم کرے کہ اُس کا جو بیٹا جہاد میں قتل ہوگیا تھا، اُس کا آخرت میں کیا درجہ ہے۔ بعض لوگوں نے اُس سے کہا کہ جوان بیٹے کی موت کا حادثہ، فاجعہ کے ہوتے ہوئے بھی تم نقاب وحجاب کے ساتھ آئی ہو۔

۲۰۔ ابوداؤد/ ج ۴، ص ۳۳، رقم ۴۱۱۷۔ دارمی: ج ۳، ص ۳۶۱، ۲۱۔ مسلم/ ج ۲، ص ۳۲۹، رقم ۱۴۰۳۔ ترمذی/ ج ۲، ص ۳۸۵، رقم ۱۱۶۱۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۲۱۵، رقم ۲۱۵۱

تو اُس نے کہا:

ان ارزأ ابنی فلن ارزأ حیائی (۲۲)

میرا بیٹا مارا گیا ہے۔ میری حیا تو نہیں ماری گئی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن مردوں پر لعنت فرمائی جو زنانہ لباس پہنیں اور اُن عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنیں۔ (۲۳)

اسلام نے عفت وعصمت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے مرد اور عورت کے آزادانہ میل جول اور اختلاط سے سختی سے منع کیا ہے۔ اسلام زنا اور بدکاری کے ارتکاب ہی سے نہیں بلکہ اس کے قریب جانے سے بھی روکتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا O (۲۴)

اور تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی (کا کام) ہے اور وہ بری راہ ہے۔

زنا کاری سے بہت سے فتنے پیدا ہوتے ہیں جیسے چوری، لڑائی، قتل کرنا اور نسب کا ضائع ہونا وغیرہ اس لئے یہ فعل حد درجہ قبیح ہے اور یہ بہت ہی برا راستہ ہے۔ لہٰذا اس کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے۔

مسند احمد میں حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان مرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ اس پر لوگوں نے اُس کو ڈانٹا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ جب وہ آپ ﷺ کے قریب آکر بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تو یہ حرکت اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کے حق میں پسند کرتا ہے؟ اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، خدا کی قسم میں اسے پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں کے لئے یہ فعل گوارا نہیں کرتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کے دل کو پاک اور شرم گاہ کو محفوظ کر دے۔ ابو امامہ فرماتے ہیں اس دعا کے بعد اُس شخص کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ کسی عورت وغیرہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ (۲۵)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۲۲۔ ابوداؤد/ ج۲، ص۳۴۰، رقم ۲۴۸۸، ابوداؤد/ ج۴، ص۶۷، رقم ۴۰۹۸، ۲۴۔ بنی اسرائیل: ۳۲،
۲۵۔ عثمانی/ ج۱، ص۷۹۹

ایاکم والدخول علی النساء، فقال رجل من الانصار یارسول الله ﷺ افرأیت الحمو؟ قال، الحمو الموت

(نامحرم) عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو۔ایک انصاری صحابیؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! شوہر کے بھائی (وغیرہ) کا کیا حکم ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے۔ (یعنی اُس سے فتنے کا زیادہ اندیشہ ہے)۔(۲۶)

مرد وعورت کے لئے تقسیمِ کار

اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک حد تک یکسانیت نہیں تقسیم کار رکھی ہے، دونوں کے دائرۂ کار جدا جدا ہیں۔ بنیادی طور پر عورت کی سرگرمیوں کا دائرہ اُس کا گھر ہے اور مرد کے ذمے گھر سے باہر کے کام ہیں۔اس تقسیم کا امتیاز و برتری سے کوئی تعلق نہیں۔اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ دونوں کی صنفی خصوصیات مجروح نہ ہوں اور دونوں اپنی فطری صلاحیتوں کو پوری طرح کام میں لاسکیں۔بالفاظِ دیگر یہ فرق اعزاز کی بنیاد پر نہیں بلکہ انتظام کی بنیاد پر ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَافَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ (۲۷)

اور تم اُس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔مردوں کے لئے اُن کی کمائی سے اُن کا حصہ ہے اور عورتوں کے لئے اُن کی کمائی سے اُن کا حصہ ہے، اور اللہ سے اُس کا فضل مانگا کرو۔بے شک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر جو شرف و امتیاز اور فضیلت عطا فرمائی ہے تم اُس کی آرزو اور تمنا نہ کرو، کیونکہ یہ شرف و فضیلت تو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔اس کی تمنا کرنے سے حسد و جلن کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ نیکیوں میں سبقت کرنے کی کوشش کرے، اسی سے اللہ کے قرب اور آخرت کے ثواب میں اضافہ ہوگا۔مردوں کے لئے بھی ان کے اعمال کا حصہ مقرر

۲۶۔بخاری/کتاب النکاح، باب لایخلون رجل بامرأۃ الا ذی محرم۔مسلم/ج ۳،ص ۴۱۶، رقم ۲۱۷۲، ۲۷۔النساء:۳۲

ہے اور عورتوں کے لئے بھی اُن کے اعمال کا حصہ مقرر ہے۔ مرد جو عام عبادات اور جہاد کی مخصوص عبادت کرتے ہیں اور مالِ غنیمت و میراث اور تجارتی منافع حاصل کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ اسی طرح عورتوں کو اُن کے خصوصی اور عمومی اعمال کے بدلے جو مال و ثواب ملتا ہے۔ مثلاً شوہروں کی اطاعت، اولاد کی پرورش، آبرو کی حفاظت، عام عبادات۔ ان کا مہر، نان نفقہ اور میراث وغیرہ سب اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب اور اس کے فضل و کرم کی درخواست کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ جس کو چاہے گا بے حساب دے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جانتا ہے۔ وہ ہر ایک کے درجے اور فضائل کے استحقاق سے خوب واقف ہے۔ (۲۸)

دوسرے مقام پر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ (۲۹)

مرد عورتوں پر اس لئے نگراں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ سو جو نیک بیویاں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مرد کی تابع دار ہیں اور اُس کی غیر موجودگی میں (اپنے نفس اور خاوند کے مال کی) حفاظت کرتی ہیں۔

اس آیت میں عورتوں پر مرد کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا سرپرست بنایا اور ان کو تادیب و اصلاح کی غرض سے عورتوں کو تنبیہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر بزرگی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں کو کمال عقل، وسعتِ علم و فہم، حسن تدبیر اور صلاحیت تخلیقی طور پر کہیں زیادہ عطا فرمائی ہیں۔ اسی لئے مندرجہ ذیل خصوصیات اور احکام ان کے لئے ہیں۔ عورتوں کے لئے ان امور میں حصہ نہیں رکھا گیا۔ وہ ان سے محروم ہیں مثلاً نبوت و امامت، خلافت و بادشاہت، قضا و شہادت، وجوبِ جمعہ و عیدین، اذان و خطبہ، نماز کی جماعت، میراث میں دُہرا حصہ، نکاح کی مالکیت، طلاق کا

۲۸۔ احسن: ج ۲، ۲۶۷، ۲۹۔ النساء: ۳۴

اختیار، نقصان کے بغیر روزوں اور نماز کا پورا کرنا، حیض و نفاس اور ولادت سے محفوظ رہنا وغیرہ، تمام فضائل اللہ تعالیٰ نے مردوں ہی کو عطا فرمائے ہیں۔ جسمانی قوت میں بھی عورتیں، مردوں سے کم تر ہیں۔ ظاہر ہے کمزور اور ناتواں کو قوی اور توانا کی سرپرستی کا کوئی حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر عورتوں میں نزاکت اور مردوں میں قوت و شجاعت رکھی ہے۔ اس لئے جنگ و جدال، جہاد و قتال اور شجاعت و بہادری اور محنت و مشقت جیسے سخت اعمال مردوں ہی کے ذمے ہیں۔ مردوں کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد اپنے اموال میں سے عورتوں پر بہت کچھ خرچ کرتے ہیں، اُن کو مہر ادا کرتے ہیں، نان نفقہ دیتے ہیں، اور ظاہر ہے دینے والا ہاتھ اُوپر اور لینے والا ہاتھ نیچے ہوتا ہے۔ اس طرح مرد عورتوں کے محسن ہوئے اور محسن کو سرپرستی کا حق ہے۔ اس طرح شریعت نے مرد کو بالا دست قرار دے کر اسی کو عورت کے جملہ مصارف کا ذمے دار ٹھہرایا۔

اگر عورتیں مردوں کی سرپرست بننا چاہتی ہیں تو اُن کو مردوں کے تمام مصارف کا کفیل اور ذمے دار ہونا چاہئے اور مردوں کا مہر بھی عورتوں ہی پر واجب ہونا چاہئے۔ نکاح کے بعد جو اولاد ہو اُس کے کھانے پینے، پہننے اور اوڑھنے اور اُن کی تعلیم و تربیت اور علاج معالجے کے تمام اخراجات کی ذمے داری عورتوں پر ہی ہونی چاہئے، یہاں تک کہ مکان کا کرایہ بھی عورتوں کے ہی ذمے ہونا چاہئے۔ غرض جس طرح سرپرست ہونے کی صورت میں مردان تمام مصارف کا کفیل اور ذمے دار تھا اسی طرح جب عورتیں مردوں کی سرپرست بنیں تو ان تمام اخراجات کی ذمے داری مردوں کے بجائے عورتوں پر ہونی چاہئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مرد اور عورت دونوں میں برابری اور مساوات ہونی چاہئے، نہ کوئی سرپرست و نگران اور نہ کوئی زیر سرپرستی اور زیر نگرانی تو اس صورت میں مہر تو ختم ہی ہو جائے گا۔ رہا نان نفقہ تو یہ بھی ختم ہو جائے گا اس لئے کہ مساوات اور برابری کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا ذمے دار ہے۔ گھر کے جملہ اخراجات اور مکان کا کرایہ بھی دونوں کو آدھا آدھا برداشت کرنا پڑے گا۔ بچوں کی تعلیم اور دیگر ضروریات میں ہونے والے مصارف بھی دونوں کو آدھے آدھے برداشت کرنا پڑیں گے۔ پس اگر عورتیں حقوق میں مرد کی مساوات چاہتی ہیں تو مصارف اور ذمے داریوں میں بھی اُن کو مساوات قبول کرنی پڑے گی کیونکہ ہر مساوی اپنا اپنا کفیل اور ذمے دار ہوتا ہے۔ دوسرے کا کفیل اور ذمے دار نہیں ہوتا۔

غرض شریعت نے جو مرد کے سرپرست اور نگران ہونے کا فیصلہ کیا ہے وہ نہایت عادلانہ اور حکیمانہ فیصلہ ہے اور عورتوں کے حق میں اس سے بہتر اور مفید کوئی دوسرا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ عورتوں کو اس

فیصلے پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اُس نے ان کے ضعف و کمزوری اور وسائلِ معاش سے لاچاری و مجبوری کی بنا پر اُن کو شوہر کے زیرِ نگرانی کر کے تمام مصارف اور ذمے داریوں سے سبک دوش کر دیا۔

پھر فرمایا کہ نیک بخت وہ عورتیں ہیں جو اپنے مردوں کی فرماں بردار ہیں، اُن کی فضیلت و برتری کو ملحوظ رکھ کر اُن کی اطاعت گزار رہیں اور ان کے غائبانہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے مال اور ناموس کی حفاظت اور نگہبانی کرتی رہیں اور نفس و ناموس اور شوہر کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔(۳۰)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کو ہدایت کی:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (۳۱)

اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہا کرو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ بے شک اللہ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے گندی باتیں دور کرے اور تمہیں خوب پاک وصاف کرے۔

یہی ہدایت اُن تمام عورتوں کے لئے ہے جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتی ہیں۔ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں اور اپنے بناؤ سنگھار کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اسلام نے اس بد اخلاقی اور بے حیائی کو تمام عورتوں کے لئے عموماً اور ازواجِ مطہرات کے لئے خصوصاً حرام و ممنوع قرار دیا۔ گویا ان آیات کا نزول اگرچہ ازواجِ مطہرات کے بارے میں ہوا مگر حکم عام ہے۔ اس لئے بلا ضرورت گھروں سے باہر نکلنا، اپنی زیب و زینت اور حسن و جمال دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا، کھلے منہ باہر پھرنا اور غیروں سے بات کرنا بلاشبہ مسلمان عورتوں پر حرام ہے۔ لہٰذا عورتوں کو گھروں میں ٹھہرنا چاہئے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح بن سنور کر بے پردہ باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ البتہ شرعی یا طبعی ضرورت کی بنا پر زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کے بغیر عام لباس میں پردے کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے ضرورت کی حد تک باہر جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ

۳۰۔مظہری/ج ۲،ص ۲۵۶،معارف القرآن/مولانا محمد ادریس کاندھلوی/ج ۲،ص ۷۰۔۷۳، ۳۱۔الاحزاب:۳۳

یہی ہے کہ عورت اپنے گھر کی زینت بنے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔(۳۲)

عورت کے لئے عزت وشرف کا مقام اُس کا گھر ہے، بازار نہیں کیونکہ وہ گھر کی ملکہ ہے، جہاں اسے باپ، بھائی، شوہر، اولاد اور خاندان والوں کی محبت بھی حاصل ہوتی ہے اور اس کے حقوق واختیار بھی محفوظ رہتے ہیں۔عورت اگر گھر کی ذمے داری نہیں اُٹھائے گی تو پھر اُسے ایک ایسے میدان میں کام کرنا ہوگا جو حقیقت میں اُس کا میدانِ کار نہیں اور جہاں قدم قدم پر اُسے اپنے سے زیادہ طاقت ور حریف سے سابقہ پڑے گا۔لہٰذا گھر کی اہمیت بازار اور دفتر سے کم نہیں اور عورت گھر کے اندر جو خدمات انجام دیتی ہے وہ ان بہت سے کاموں سے زیادہ اہم ہیں جو وہ گھر سے باہر انجام دیتی ہے یا دے سکتی ہے، مثلاً:

۱۔آدمی کو اپنی معاش کے لئے اکثر سخت محنت کرنا پڑتی ہے، اپنی اور اپنے خاندان کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسے حالات میں اُسے ذہنی سکون اور اطمینان کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ تازہ دم ہوکر پھر سے اپنے کام میں مشغول ہوسکے۔یہ سکون واطمینان اُسے اپنے گھر ہی میں مل سکتا ہے۔اسلامی تعلیم یہ ہے کہ عورت گھر کو اُس کے لئے راحت وسکون کا مرکز بنادے تاکہ مرد گھر میں آکر ساری تکلیفیں اور پریشانیاں بھول جائے۔

۲۔یہ بھی طے ہے کہ بچے کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دوسری غذا نہیں۔اگر ماں گھر پر نہ رہے اور وہ دن بھر گھر سے باہر مصروف رہے تو وہ بچے کو دودھ پلانے کا اہتمام نہیں کرسکتی۔اس طرح نہ تو بچے کو مناسب اور متوازن غذا مل سکے گی اور نہ ماں کی محبت ومامتا۔نتیجتاً بچہ صحیح نشوونما سے محروم رہے گا۔

۳۔بچے کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے لئے بھی ماں ہی سب سے زیادہ موزوں ہے، اس لئے کہ بچے کے لئے وہی سب سے زیادہ شفیق ومہربان ہوتی ہے اور وہی اس کی نفسیات اور مزاج سے پوری طرح واقف ہوتی ہے۔وہی اس کی شرارتوں کو برداشت کرتی اور نہایت صبر وتحمل سے ان کی اصلاح کرتی ہے۔اس کے ساتھ ہی خود بچہ بھی اپنی ماں سے محبت کرتا ہے اور اس کی سختی اور سرزنش کو برداشت کرتا ہے۔

۴۔تربیت کے نقطۂ نظر سے بھی ماں کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔بچے کے لئے اصل نمونہ اُس کی ماں ہوتی ہے۔وہ شب وروز اپنی ماں کے اخلاق وعادات کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے رویے کو دیکھ کر اپنا رویہ متعین کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گھر کی تعمیر کے بغیر معاشرے کی تعمیر نہیں ہوسکتی۔اسی لئے اسلام نے عورت کو

۳۲۔تفسیر عثمانی/ج۲،ص۳۵۲

گھر کی تعمیر کے لئے ہر قسم کی بیرونی ذمے داریوں سے فارغ کر دیا ہے۔اس کے نزدیک گھر کی تعمیر جہاد سے کم نہیں۔(۳۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مردوں نے تو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکل کر ثواب پالیا، سو ہمارے لئے کون سا ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین جیسا ثواب حاصل کر سکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

مهنة احداكن في بيتها تدرك عمل المجاهدين في سبيل الله (۳۴)

تمہارا اپنے گھر میں خدمت کرنا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے ثواب کے برابر ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرأة في حملها الى وضعها الىٰ قضائها كالمرابط في سبيل الله۔ فان ماتت فيما بين ذالك فله اجر شهيد (۳۵)

عورت ایامِ حمل سے لے کر زچگی بلکہ دودھ چھڑانے تک ایسی ہے جیسے اللہ کے راستے میں سرحد کی نگرانی کرنے والا۔اگر وہ اس دوران مرجائے تو وہ بھی شہید کا اجروثواب حاصل کرے گی۔

والدہ کے لئے

اسلام نے اپنے معاشرتی نظام کے لئے عورت کو جو حیثیت اور مقام دیا ہے، کسی دوسرے مذہب یا نظام میں اس کی عظمت کا تصور بھی ممکن نہیں۔خاندان وہ بنیادی ادارہ ہے جو روزِ اول ہی سے انسانی معاشرے میں قائم ہے، عورت خاندان کی اہم رکن ہے اور عورت کی کئی حیثیتیں ہیں۔ان میں سے ایک حیثیت ماں کی ہے جو بچے کو پالتی اور دودھ پلاتی ہے۔اس کو اپنے ہاتھوں سے کھلاتی پلاتی، نہلاتی دھلاتی اور کپڑے پہناتی ہے۔بڑے ہوجانے کے بعد بھی خاصی عمر تک بچے ماں کے ساتھ ہی وابستہ رہتے ہیں۔اگرچہ شادی ہوجانے کے بعد بچے عموماً ماں سے جدا رہنے لگتے ہیں لیکن حقیقت میں ماں کی

۳۳۔ماخوذ تصرفاً از عورت اور اسلام/ سید جلال الدین عمری، ص۱۲۔۱۴، ۳۴۔مجمع الزوائد/ ج۴، ص۵۵۹۔رقم ۷۶۲۸، ۳۵۔مجمع الزوائد/ ج۴، ص۵۶۰۔رقم ۷۶۳۰

محبت میں فرق نہیں آتا۔

توحید کے بعد والدین کی اطاعت کا درجہ ہے اور والدین میں سے بھی والدہ کو ترجیح دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں والدین کے لئے احسان کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی حسن سلوک کے ہیں۔چنانچہ ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ (۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں، باپ اور قرابت داروں کی اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور قرابت والے پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور ساتھ بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور جو (غلام اور باندیاں) تمہارے قبضے میں ہوں، ان سب کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں اور بڑائی مارنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی عبادت کو بیان فرمایا کیونکہ خالق کا حق مخلوق کے حق سے مقدم ہے۔بندوں کے حقوق صحیح طور پر وہی شخص ادا کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔اس لئے سب سے پہلے ایمان کو بیان فرمایا، پھر اعمالِ صالحہ اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی، پھر بخل اور تکبر اور ریا کی مذمت بیان فرمائی، اس لئے کہ بخل اور تکبر دونوں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور حدود اللہ سے تجاوز کا سبب بنتے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۠ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ (۳۷)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنا اور ماں، باپ سے اور رشتے داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک کرنا۔

۳۶۔النساء:۳۶، ۳۷۔البقرہ:۸۳

یہاں بھی توحید کے حکم سے متصل ماں، باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے۔ گویا توحید کے بعد ماں باپ کی تعظیم و حرمت دوسرے درجے کا حکم ہے اور والدین ہی نہیں بلکہ ان کے سبب جو رشتے اور قرابتیں پیدا ہوتی ہیں خواہ وہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے، ان سب کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید ہے۔ جس طرح ماں باپ کی تعظیم کے ساتھ ساتھ اہل قرابت کی تعظیم کا حکم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ ساتھ اُس کی مخلوق کے ساتھ خیر و بھلائی کی تاکید ہے۔ خاص طور پر یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ اگر وہ قرابت دار ہیں تو اور بھی زیادہ حسنِ سلوک کے مستحق ہیں۔ اور ارشاد ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًاO وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاO (۳۸)

اور آپ ﷺ کے ربّ نے حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب سے بات کرنا اور ان کے آگے مہربانی سے جھکے رہنا اور ان کے لئے دعا کرتے رہنا کہ اے میرے ربّ! جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے، اُسی طرح تو بھی ان پر رحم کر۔

یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو تاکیداً کہا گیا ہے کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو اور والدین کی اطاعت میں ذرا بھی فرق نہ آنے دو، خاص طور پر جب اُن کے بڑھاپے کا زمانہ آئے تو ان کا پورا ادب واحترام کرو۔ ان کے لئے کوئی بری بات زبان سے نہ نکالو یہاں تک کہ ان کے سامنے ''ہوں'' بھی نہ کرو۔ کوئی ایسا کام نہ کرو جو اُن کو پسند نہ ہو اور ان کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ ان کے ساتھ بے ادبی سے بات نہ کرو بلکہ ان کے ساتھ عزت واحترام اور نرمی سے پیش آؤ، ان کے سامنے تواضع اور عاجزی و انکساری سے رہو۔ ان کے بڑھاپے میں اور ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے دعائیں کرتے رہو۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ

۳۸۔ بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴

مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا ط اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O (۳۹)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے اور اگر وہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اُس کو شریک کرلے جس کا تجھے علم نہیں، تو اُن کا کہنا نہ ماننا، تم سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے پھر میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اگرچہ والدین کافر اور مشرک ہی ہوں۔ جب تک وہ کفر و شرک اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں، اُس وقت تک اُن کی بات مانتے رہنا چاہئے۔ اگر وہ تمہیں مجبور کریں کہ تم ان چیزوں کو میرے ساتھ شریک قرار دو جن کی الوہیت کا تمہیں ذرا بھی علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ ماننا کیونکہ خالق کے مقابلے میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ ایک دن تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، اُس وقت میں تمہیں وہ سب کچھ بتا دوں گا جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ ج حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط اِلَیَّ الْمَصِیْرُ O وَاِنْ جَاهَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O (۴۰)

اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے متعلق (نیکی کا) حکم دیا۔ اُس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اُٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اُس کا دودھ چھوٹتا ہے (اس لئے ہم نے حکم دیا) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر (آخر تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں تو اُن کا کہنا نہ ماننا اور دُنیا میں اُن کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور اس کی راہ پر

۳۹۔ العنکبوت: ۸، ۴۰۔ لقمان: ۱۴، ۱۵

چل جو میری طرف رجوع ہوا، پھر تم سب کو لوٹ کر میری ہی طرف آنا ہے، پھر
میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔

ہم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک و احسان کرنے کا حکم دیا ہے اور ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے، کیونکہ وہ ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے مہینوں تک اُس کا بوجھ اُٹھائے پھری اور وضع حمل کے بعد اُس نے دو سال تک اُس کو دودھ پلایا اور بے شمار تکلیفیں اور سختیاں جھیل کر اُس نے اس بچے کی تربیت کی۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی پہلے اللہ کا پھر اپنے والدین خصوصاً ماں کا حق پہچانے۔ ایک دن سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اس لئے آدمی سوچ لے کہ وہاں کیا منہ لے کر جائے گا۔

اگرچہ ہم نے تمہیں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور اُن کی خدمت و اطاعت کا حکم دیا ہے لیکن اگر والدین تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میری عبادت میں باطل معبودوں کو شریک ٹھہرائے، جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں، تو ایسی صورت میں ماں باپ کا کہنا نہ ماننا۔ البتہ دنیوی زندگی میں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، حتیٰ کہ اگر وہ والدین کافر ہوں تب بھی اُن کی ضروریات کا خیال رکھو اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دین کے معاملے میں انبیا اور صالحین کی اتباع کرو جو ہمہ تن میری طرف جھکے رہے۔ اس دنیا کی زندگی کے بعد تم سب لوٹ کر میرے ہی پاس آؤ گے۔ اُس وقت میں تم سب کو تمہارے اعمال کے بارے میں بتادوں گا اور تمہیں اسلام کی جزا اور تمہارے والدین کو کفر کی سزا دوں گا۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ
الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ
عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ
اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ○ (۴۱)

جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ میں تم سے بےزار ہوں، کیا تم مجھے یہی کہتے رہو گے کہ میں (زندہ کر کے قبر سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی اُمتیں گزر چکی ہیں (کوئی بھی زندہ نہیں کیا گیا) اور وہ دونوں (ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) تجھ پر افسوس! تو ایمان لے آ۔ بے

۴۱۔ الاحقاف: ۱۷، ۱۸

شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر وہ (لڑکا) کہتا ہے کہ یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہوکر رہا، جو اِن سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے گزرے ہیں، بے شک وہ خسارے میں رہے۔

ان آیتوں میں ان بدبختوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جو اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں کہ جس شخص کو اس کے ماں باپ نے ایمان کی دعوت دی اور اس نے ان کے جواب میں نفرت وکراہت سے کہا کہ افسوس ہے تم پر۔تم مجھے اس بات سے کیوں ڈراتے ہو کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے مجھے قبر سے نکالا جائے گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی اُمتیں گزر چکی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دوبارہ زندہ ہوکر نہیں آیا۔

اُس بدبخت کے ماں باپ جذبۂ محبت میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیٹے کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور بیٹے سے کہتے ہیں کہ تو ہلاک ہوگیا۔ اللہ اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوکر اُٹھنے پر ایمان لے آ۔ اسی میں عافیت ہے۔اللہ نے دوبارہ زندہ کرنے کا جو وعدہ کیا ہے بلاشبہ وہ سچ ہے۔ وہ مغرور و نافرمان اپنی ضد پر قائم رہا اور کہنے لگا کہ اللہ نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا بلکہ یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کی نقل کی ہوئی کہانیاں ہیں جو ہم پرانے وقتوں سے سنتے چلے آرہے ہیں۔

جس طرح ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کی بہت سی جماعتیں جہنم کی مستحق ہوچکی ہیں یہ بدبخت یعنی ماں باپ کے نافرمان، بےادب اور قیامت کے منکر بھی جہنم کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر ایمان وسعادت کا جو بیج ڈالا تھا وہ ان بدبختوں نے ضائع کردیا۔اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہوگا کہ کوئی شخص تجارت میں نفع حاصل کرنے کی بجائے اپنی غفلت و حماقت سے اصل مال ہی کو ضائع کردے۔

قرآنِ کریم کی ان آیات میں والدہ کا مرتبہ اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی جو تاکید آئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر اس کی مزید تاکید اور وضاحت فرمائی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کو لازم قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے عرض کیا کہ یارسُول اللہ! میرے حسنِ معاملہ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اُمک، قال ثم من؟ قال اُمک، قال ثم من؟ قال اباک، قال ثم من؟ قال الادنی فالادنی (۴۲)

تیری ماں، اُس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، اُس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں، اُس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تیرا باپ۔ اُس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر قریبی رشتے دار اپنے رشتے کے اعتبار سے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جہاد میں شریک ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے اُس سے دریافت فرمایا:

احی والداک؟ قال نعم، قال ففیهما فجاهد

تمہارے والدین (زندہ) ہیں۔ اُس نے عرض کیا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر انہی میں جہاد کرو یعنی اُن کی خدمت کرو۔ (۴۳)

جاہمہ سلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کا ارادہ کیا ہے، تاکہ میں اللہ کی رضا اور آخرت کا اجر حاصل کرسکوں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ میں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ تو تم جا کر اُن کی خدمت کرو۔ میں پھر دوسری جانب سے لوٹ کر آیا اور اپنا سوال دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا۔ میں پھر تیسری بار آپ کے سامنے سے آیا اور اپنا سوال پیش کیا۔ آپ نے پھر پوچھا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا:

ویحک! الزم رجلها، فثم الجنة۔ (۴۴)

اسی کے ساتھ چمٹے رہو کہ جنت اُس کے پاؤں کے پاس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ''ایک شخص اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر ہجرت پر بیعت کی غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا:

۴۲۔ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۵۱۶، رقم ۳۶۵۸۔ بخاری/ ج ۴، ص ۳۴۔ ابن حبان/ ج ۲، ص ۱۵۴، ۴۳۔ بخاری/ ج ۴، ص ۳۴۔ مسلم/ ج ۴، ص ۱۶۳، رقم ۲۵۴۹۔ ترمذی/ ج ۳، ص ۲۵۵، رقم ۱۶۷۷، ۴۴۔ ابن ماجہ/ ج ۳، ص ۲۲۵، رقم ۲۷۸۱

ارجع فاضحکهما کما ابکیتهما۔ (۴۵)

اُن کے پاس جا اور ان کو اسی طرح خوش کر کے آ جس طرح تو اُن کو رُلا کر آیا ہے۔

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هما جنتک ونارک

والدین تمہاری جنت ہیں (اگر ان سے حسن سلوک کرو) اور تمہاری دوزخ بھی (اگر ان کی نافرمانی کرو)''۔(۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سراه ان یمد له فی عمره ویبارک له فی رزقه فلیبر والدیه۔ (۴۷)

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اُس کی عمر دراز ہو اور اُس کے رزق میں اضافہ ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انف، ثم رغم انف، ثم رغم انف، قیل من یا رسول اللہ ﷺ، قال من ادرک ابویه عند الکبیر، احدهما او کلیهما فلم یدخل الجنة۔ (۴۸)

وہ شخص رُسوا ہوا، بے عزت ہوا، لوگوں نے دریافت کیا، کون یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ، دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور (اُن کی خدمت کر کے) جنت میں داخل ہونے کا موقع حاصل نہ کیا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من ولد بارّ ینظر الیٰ والدیه نظر رحمة الا کتب الله له بکل نظرة حجة مبرورة، قالوا وان نظر کل یوم مأة مرة؟قال نعم الله

۴۵۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۳۵۵، رقم ۲۵۲۸۔ ابن حبان/ ج ۲، ص ۱۴۳۔ حاکم/ ج ۴، ص ۱۶۸۔ مسندِ حمیدی/ رقم ۵۸۴،
۴۶۔ ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۵۱۷، رقم ۳۶۶۲، ۴۷۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۶۹، ۴۸۔ مسلم/ ج ۴، ص ۱۶۵، رقم ۲۵۵۱

اکبر واطیب۔(۴۹)

جو نیک اولاد ماں باپ پر محبت بھری ایک نظر ڈالتی ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں اس کو ایک حج مقبول کا ثواب بخشتا ہے۔لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی ایک دن میں سو بار اسی طرح نظر ڈالے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اگر کوئی سو بار ایسا کرے تب بھی۔اللہ تعالیٰ (تمہارے تصور سے) بہت بڑا اور (تنگ دلی جیسے عیبوں سے) بالکل پاک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاشراک باللہ، و قتل النفس، وعقوق الوالدین (۵۰)

اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کی (ناحق) جان لینا، والدین کی نافرمانی کرنا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میری ماں میرے پاس آئی۔اُس وقت وہ مشرکہ تھیں۔میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری ماں، میرے پاس آئی ہوئی ہے اور وہ مجھ سے مالی امداد کی طالب ہے۔کیا میں اُس کے ساتھ صلۂ رحمی کرسکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم فصلی امک۔(۵۱)

ضرور! اپنی ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کرو۔

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے والدین کے مرنے کے بعد بھی کوئی ایسا حسن سلوک ہے جو میں کروں تو وہ والدین ہی کے ساتھ حسن سلوک میں شمار ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا:

نعم الصلاۃ علیھما والاستغفار لھم وانفاذ عھدھما من بعدھما وصلۃ الرحم التی لا توصل الا بھما، واکرام صدیقھما (۵۲)

۴۹۔مشکوٰۃ/کتاب الادب، باب البر والصلہ، ۵۰۔بخاری/ج ۴، ص ۳۵، ۵۱۔بخاری/کتاب الھبہ، باب الھدیہ للمشرکین۔ابوداؤد/ج ۲، ص ۴۹، رقم ۱۶۶۸۔مسلم/ج ۲، ص ۹۰، رقم ۱۰۰۳، ۵۲۔ابوداؤد/ج ۴، ص ۳۷۴، رقم ۵۱۴۲۔ابن حبان/ج ۲، ص ۱۴۲۔حاکم/ج ۴، ص ۱۷۱

ہاں! اُن کے لئے دعا اور استغفار کرو، جو عہد وہ پورا نہ کر سکے ہوں اُس کو تم پورا کرو۔ اُن کی وجہ سے جس کے ساتھ صلۂ رحمی ہو سکتی تھی وہ کرو اور اُن کے دوستوں کا احترام کرو۔

بیٹی کے لئے

عورت کی ایک حیثیت بیٹی کی ہے۔ دنیا میں بیٹی سب سے زیادہ مظالم کا شکار ہوتی ہے۔ بہت سی قومیں بیٹی کا وجود ہی گوارا نہیں کرتی تھیں اور پیدا ہوتے ہی اُن کو مار ڈالتی تھیں۔ آج بھی بہت سے لوگ لڑکی کی پیدائش کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا انسداد کیا۔ آپ ﷺ نے لڑکی کو بھی وہی مقام اور مرتبہ دیا جو لڑکے کو حاصل ہے۔ اسی لئے اسلامی معاشرے میں لڑکے اور لڑکی کی پرورش برابری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم نے واضح طور پر بتادیا کہ قیامت کے روز زندہ درگور کرنے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○ (۵۳)

اور جب زندہ درگور کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس جرم میں قتل کی گئی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی عمدہ تربیت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک و شفقت کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من عال ثلاث بنات فادبهن وزوجهن واحسن اليهن فله الجنة ۔ (۵۴)

جس بندے نے تین لڑکیوں کا بار اُٹھایا اور اُن کی اچھی تربیت کی اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر اُن کا نکاح بھی کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس بندے کے لئے جنت کا فیصلہ ہے۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۵۳۔ التکویر: ۸،۹، ۵۴۔ ابوداؤد/ ۴/۳۷۵، رقم ۵۱۴۷۔ ترمذی/ ج۳، ص ۳۶۷، رقم ۱۹۲۳،

الا ادلکم علی افضل الصدقة؟ ابنتک مردودة الیک لیس لها کاسب غیرک (۵۵)

کیا میں تمہیں سب سے افضل صدقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ (سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ) تمہاری بیٹی (مطلقہ ہوکر) تمہارے پاس لوٹا دی جائے اور تمہارے سوا اُس کا کوئی کمانے والا نہ ہو (اور تم اُس کی کفالت کرو)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت میرے پاس مانگنے آئی، اُس کے ہمراہ اُس کی دو لڑکیاں تھیں، اُس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا، سو میں نے اُسے وہی دیدی تو اُس نے اس کھجور کو اپنی لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود نہ کھایا۔ پھر وہ اُٹھ کر چلی گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے، تو میں نے آپ ﷺ کو یہ قصہ بتایا۔ آپؐ نے فرمایا:

من ابتلی من البنات بشیء فاحسن الیهنا کن له سترا من النار (۵۶)

جو اِن لڑکیوں کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا اور اُس نے ان سے اچھا سلوک کیا وہ اُس کے لئے آگ سے آڑ ہوں گی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ حرم علیکم حقوق الامهات ومنع وهات و وأد البنات۔(۵۷)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، ان سے مطلوبہ چیزوں سے انکار اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من کانت له انثی فلم یئدها ولم یهنها ولم یؤثر ولده علیها، ادخله اللّٰہ الجنة (۵۸)

۵۵۔ابن ماجہ/ ج ۴، ص ۵۱۸، رقم ۳۶۶۷، ۵۶۔ بخاری/ فی الادب، باب: ۱۸۔ مسلم/ ج ۴، ص ۱۹۹، رقم ۲۶۶۹۔ ترمذی/ ج ۳، ص ۳۶۷، رقم ۱۹۲۲، ۵۷۔ بخاری/ کتاب الادب، باب حقوق والوالدین، ۵۸۔ ابوداؤد/ ج ۴، ص ۳۷۵، رقم ۵۱۴۶

جس شخص کی سرپرستی میں کوئی لڑکی ہو اور وہ اسے نہ تو زندہ درگور کرے، نہ اُس کی توہین کرے اور نہ اپنی اولادِ نرینہ کو اُس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔

بیوی کے لئے

ازدواجی زندگی کی پیچیدگیوں میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے لئے ایک ایسے کامل اور عمدہ نمونۂ عمل کی ضرورت ہے، جس کی اتباع میں مرد وعورت دونوں خوشی اور راحت محسوس کریں۔ یہ نمونہ چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازدواجی اور خانگی زندگی لوگوں کے سامنے گزار کر پیش کردیا۔ صحابۂ کرامؓ نے آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک پہلو اور چھوٹی بڑی تمام جزئیات اور تفصیلات آنے والی نسلوں کے لئے جمع کردی ہیں جن کی روشنی میں ہر دور کے، ہر خطے کے، ہر قوم اور ہر قبیلے کے مسلمان اپنی خانگی زندگی کو خوش گوار بنا سکتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کو لوگوں کے لئے ایک عمدہ نمونۂ عمل قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (۵۹)

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی پیروی میں) عمدہ نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور قیامت کی اُمید رکھتا ہو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔

اسلام نے عورت کو نہ صرف بلند مقام دیا بلکہ واضح طور پر بتادیا کہ عورت کے ذمے محض فرائض ہی نہیں بلکہ اس کے کچھ حقوق بھی ہیں، جن کی ادائیگی مرد پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۶۰)

اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر حقوق ہیں، جیسا کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے وقت عام طور پر مرد کی نظر عورت کے ظاہری حسن و جمال یا مال و دولت پر ہوتی ہے۔ لیکن آخرت پر ایمان رکھنے والے کی نظر عورت کی دین داری اور باطنی خوبیوں پر ہونی چاہئے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک عورت ظاہر کے اعتبار سے حسین وجمیل نہ ہو، مگر باطن کے لحاظ سے حسن

۵۹۔ الاحزاب: ۲۱، ۶۰۔ البقرہ: ۲۲۸

38208

اخلاق و عادات کریمہ کی حامل ہو۔ نیز ظاہری حسن و جمال وقت کے ساتھ ساتھ ماند پڑ جاتا ہے جبکہ باطنی خوبیوں میں وقت کے ساتھ ساتھ نکھار پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے مرد کو عورت کی دین داری اور حسنِ اخلاق و عاداتِ کریمہ کو اُس کے حسن و جمال اور مال و دولت پر ترجیح دینی چاہئے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تنکح المرأة لاربع، لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداک (٦١)

عورت سے اُس کی چار خوبیوں کے لئے نکاح کیا جاتا ہے: ۱۔اُس کا مال ۲۔ اُس کا گھرانہ یا شرافت ۳۔اُس کا حسن ۴۔اُس کا دین۔ پس تو دین والی عورت کو حاصل کر ورنہ تیرے ہاتھوں پر خاک۔

حسنِ معاشرت کے سلسلے میں قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝ (٦٢)

اے ایمان والو! تمہیں یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں سے میراث لے لو اور نہ اُن کو اس لئے روک رکھو کہ تم نے اُن کو جو کچھ دیا ہے اُس میں سے کچھ واپس لے لو، سوائے اس کے کہ وہ صریح بدکاری کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے رہو۔ پھر اگر (کسی وجہ سے) وہ تمہیں پسند نہ ہوں تو ممکن ہے کہ ایک چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں (تمہارے لئے) بہت بھلائی رکھی ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کے ناشائستہ افعال سے منع فرمایا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اگر کسی نے کبھی بالغ عورت سے اُس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح کرلیا تو وہ نکاح شرعاً حلال نہیں بلکہ کالعدم ہے۔ ایسے نکاح سے نہ تو ان کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ قائم ہوتا ہے

۶۱۔ بخاری/ فی النکاح باب الاکفاء فی الدین۔ مسلم/ ج ۲، ص ۴۷۹، رقم ۱۴۶۶۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۱۷۹، رقم ۲۰۴۷، ۶۲۔النساء:۱۹

اور نہ وراثت یا نسب کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

۲۔ اگر کسی نے عورت کو مجبور کر کے اس سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے لیا یا واجب الادا مہر کو جبراً معاف کرا لیا تو یہ جبری واپسی یا معافی شرعاً معتبر نہیں۔ نہ اس طرح لیا ہوا مال مرد کے لئے حلال ہوتا ہے اور نہ کوئی واجب حق معاف ہوتا ہے۔

۳۔ عورتوں کو اس خیال سے اپنی مرضی کا نکاح کرنے سے نہ روکو کہ تم نے یا تمہارے عزیز نے ان کو جو مال بطورِ مہر دیا ہو وہ اُن سے واپس لے لو۔

۴۔ اگر کسی عورت سے کسی ایسی کھلی ہوئی ناشائستہ حرکت کا ارتکاب ہو جائے جس کی وجہ سے آدمی طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر اُس وقت تک طلاق نہ دے جب تک وہ اُس کا دیا ہوا مال یا مہر واپس نہ کر دے یا واجب الادا مہر کو معاف نہ کر دے۔

۵۔ اگر مرد عورت کو بدصورتی یا بداخلاقی کی وجہ سے ناپسند کرتا ہو تب بھی اس کو صبر کرنا چاہئے۔ اس صورت میں بھی نہ تو اُس کو تکلیف دے اور نہ اس سے ترکِ تعلق کرے کیونکہ ممکن ہے ایک چیز اُس کو پسند نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اس میں بڑا فائدہ رکھ دے یعنی (آخرت میں) بڑا درجہ یا ثواب یا (دنیا میں) نیک اولاد عطا فرمادے۔ (۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یفرک مؤمن مؤمنة، ان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخر (۶۴)

کوئی ایمان والا شوہر اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے۔ اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو اُس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں اور جو اپنے اہل وعیال پر سب سے زیادہ مہربان ہو وہی ایمان میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے۔ (۶۵)

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔـا مَّرِيْۗـــــًٔـا ○ (۶۶)

۶۳۔ معارف القرآن: مفتی محمد شفیع/ ج ۲، ص ۳۵۱، ۳۵۲، ۶۴۔ مسلم/ ج ۲، ص ۳۸۳، رقم ۱۴۶۹،
۶۵۔ ترمذی/ ج ۲ ص ۳۸۷، رقم ۱۱۶۵، ابوداؤد/ ج ۴، ص ۲۲۸، رقم ۴۶۸۲، ۶۶۔ النساء: ۴

اورعورتوں کواُن کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔ پھر اگر وہ اپنی خوشی سے اس (مہر) میں سے تمہارے لئے کچھ چھوڑیں تو اُسے شوق سے مزے سے کھاؤ۔

اس آیت کے مخاطب عورتوں کے شوہر بھی ہیں اور لڑکیوں کے اولیا بھی۔ عرب میں لڑکیوں کو مہر نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ لڑکی کے اولیا شوہر سے مہر وصول کر کے خود رکھ لیتے تھے۔ اگر کسی لڑکی کو مہر دینا بھی پڑ گیا تو بادلِ نخواستہ اور اسے تاوان سمجھ کر دیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عورتوں پر جو مہر بھی مقرر ہوں وہ اُن کو خوش دلی کے ساتھ ادا کر دیا کرو۔ ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے سارا مہر یا اُس کا کچھ حصہ مرد کو معاف کر دے یا لینے کے بعد اُسے واپس کر دے تو وہ (واپس کیا ہوا مہر) مرد کے لئے حلال و جائز ہے۔ (۶۷)

اور ارشاد ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۶۸)

جو لوگ اپنی بیویوں سے علیحدہ رہنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں، اُن کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، پھر اگر وہ (اس عرصے میں) رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

عرب میں بھی یہ دستور تھا کہ لوگ بیوی سے ناراض ہو کر اُس کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے تھے۔ شرع میں اس قسم کی قسم کو ایلاء کہتے ہیں۔ جب کسی کو اپنی بیوی سے محبت نہیں رہتی تھی اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح کرے تو وہ قسم کھا کر کہ اب وہ کبھی اس کے نزدیک نہیں جائے گا، اُس کو چھوڑ دیتا تھا، اس سے نہ تو وہ بیوہ ہوتی تھی اور نہ وہ خاوند والی رہتی تھی۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں بھی لوگ اس پر عمل پیرا تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے چار ماہ کی مدت مقرر فرما دی۔ اگر ایلاء کرنے والا چار ماہ سے قبل قسم توڑ دے تو بیوی اُس کے لئے حلال ہے۔ اور قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔ چار ماہ گزرنے کے بعد احناف کے نزدیک طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور رجوع درست نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عورت پر سب سے بڑا حق اُس کے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے بڑا حق اُس کی ماں کا ہے۔ (۶۹)

۶۷۔ ابن کثیر: ج۱،ص۴۵۱، ۶۸۔ البقرہ:۲۲۶، ۶۹۔ حاکم/ ج۴،ص۱۹۳

حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة۔ (۷۰)

جو عورت اس حال میں دُنیا سے جائے کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی اور خوش ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔

عورتوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی قدر منزلت بیان کرنے کے بعد ان کے فرائض بھی اسلام نے بیان کئے ہیں، اور بعض اخلاقی ہدایات بھی ان کے لئے جاری فرمائی ہیں، یہ بھی اسوۂ حسنہ کا حصہ ہیں، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اریت النار فاذا اکثر اهلها النساء یکفرن، قیل ایکفرن بالله؟ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان، لواحسنت الی احداهن الدهر ثم رأت منک شیئا قالت مارأیت منک خیرا قط (۷۱)

مجھے دوزخ دکھائی گئی تو میں نے اس میں زیادہ تر عورتوں کو پایا (کیونکہ) وہ کفر کرتی ہیں۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا (نہیں) وہ شوہر کے ساتھ کفر کرتی ہیں اور اُس کا احسان نہیں مانتیں۔ (اُن کی عادت یہ ہے کہ) اگر تم ایک زمانے تک کسی عورت پر احسان کرتے رہو (اور) پھر تمہاری طرف سے کوئی بات پیش آ جائے تو (وہ یہی) کہے گی کہ میں نے تو تمہاری طرف سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فان حق الزوج علی زوجته ان سالها نفسها، وهی علی ظهر بعیر ان لا تمنعه نفسها، ومن حق الزوج علی الزوجة ان لا تصوم تطوعا الا باذنه، فان فعلت جاعت وعطشت، ولا یقبل منها، ولا تخرج من بیتها الا باذنه، فان فعلت لعنتها ملائکة السماء، وملائکة الرحمة، وملائکة العذاب، حتی ترجع (۷۲)

۷۰۔ حاکم/ ج۴، ص۱۹۱۔ ترمذی/ ج۲، ص۳۸۶، ۱۱۶۴۔ ۷۱۔ بخاری/ ج۱، ص۱۲، ۷۲۔ مجمع الزوائد/ ج۵، ص۶۳، رقم ۷۶۳۸

خاوند کا اپنی بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ اُسے اس حال میں بلائے کہ وہ سواری پر سوار ہو تو انکار نہ کرے اور خاوند کا یہ بھی حق ہے کہ بیوی اُس کی رضامندی کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے۔ اگر اُس نے ایسا کیا تو وہ صرف بھوکی پیاسی رہی، اُس کا روزہ قبول نہیں ہوگا، اور اُس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور اگر اُس نے ایسا کیا تو اُس کے واپس لوٹنے تک آسمان کے رحمت کے اور عذاب کے فرشتے اُس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایم امرأۃ سألت زوجھا طلاقا فی غیرہ ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ۔ (۷۳)

جو عورت اپنے شوہر سے کسی سخت تکلیف کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے، اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا:

سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے نازل کئے گئے اور کتنے خزانے کھولے گئے۔ ان حجرے والیوں کو جگاؤ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں (باریک) کپڑا اوڑھنے والی ہیں وہ آخرت میں برہنہ ہوں گی۔ (۷۴)

حکیم بن معاویہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

عن تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا الرکتسیت ولاتضرب الوجہ، ولا تقبح ولا تھجر الا فی البیت۔ (۷۵)

جب تم کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اُسے بھی پہناؤ، اُس کے چہرے پر نہ مارو اور اُس کی فضیحت نہ کرو اور اس سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے تو یہ گھر کے

۷۳۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۲۴۴، رقم ۲۲۲۶۔ ترمذی/ ج ۲، ص ۴۰۲، رقم ۵۱۹۱، ۷۴۔ بخاری/ ج ۴، ص ۳۸۔ مسلم/ کتاب الفضائل، باب: رحمۃ النبی۔ ابن حبان/ ج ۲، ص ۱۷۶، ۷۵۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۲۱۲۔ رقم ۲۱۴۲

اندر ہی ہو یعنی خفا ہو کر گھر نہ چھوڑ و۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا صلیت المرأة خمسها، وصامت شهرها، وحفظت فرجها، واطاعت زوجها، قیل لها ادخلی الجنة من ای ابواب الجنة شئت۔ (۷۶)

اگر عورت پانچ نمازیں ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھ لے، اپنی عصمت کو محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتی رہے تو اسے کہا جائے گا کہ تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارے میں بھی جامع ہدایات دیں۔ ان میں ان کے حقوق اور فرائض سب ہی شامل ہیں، آپ ﷺ نے اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

پس تم عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات (احکام) کے تحت ان کے ستر تمہارے لئے حلال ہوئے ہیں۔ (۷۷)

آگاہ ہو جاؤ! تمہارے لئے عورتوں سے نیک سلوک کی وصیت ہے کیونکہ وہ تمہاری پابند ہیں اور اس کے سوا تم کسی معاملے میں حق ملکیت نہیں رکھتے۔ (۷۸)

اے لوگو! جس طرح تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اسی طرح تم پر بھی تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق واجب ہیں۔ (۷۹)

اور ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا کوئی کام نہ کریں۔ (۸۰)

اُن پر تمہارا یہ بھی حق ہے کہ وہ تمہارا بستر کسی ایسے شخص سے پامال نہ کرائیں جسے تم پسند نہیں کرتے۔ (۸۱)

اور وہ تمہاری اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص کو تمہارے گھر میں داخل نہ ہونے

۷۶۔ مسند احمد/ ج۱، ص۱۳۱۔ رقم ۱۶۶۴، ۷۷۔ مسلم/ ج۱، ص ۳۹۷، ۷۸۔ ترمذی/ ج۱، ص۱۳۹، ۷۹۔ ترمذی/ ابواب الرضاع، ج۱، ص۱۳۹، ۸۰۔ ابن ہشام/ ج۴، ص۲۵۱، ۸۱۔ مسلم/ ج۱، ص ۳۹۷

دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔(۸۲)

اگر وہ عورتیں یہ باتیں کریں تو اللہ تمہیں اجازت دیتا ہے کہ تم انہیں بستروں پر اکیلا چھوڑ دو اور ان کو ہلکی مار مارو (اگر مارنا چاہو)۔(۸۳)

آگاہ ہو جاؤ! ان کے بھی کچھ حقوق تم پر واجب ہیں۔تم کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے کے بارے میں ان سے اچھا سلوک کرو۔(۸۴)

آگاہ ہو جاؤ! کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی کو کچھ دے۔(۸۵)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چار چیزیں ایسی ہیں جس کو وہ عطا ہو گئیں اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی، ا۔شکر گزار دل، ۲۔اللہ کا ذکر کرنے والی زبان، ۳۔مصیبتوں پر صبر کرنے والا جسم اور ۴۔ایسی بیوی جس کے بارے میں اُسے یہ خوف نہ ہو کہ وہ اپنی ذات اور اُس کے مال میں خیانت کرے گی۔(۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس کسی نے خادم کو اُس کے گھر والوں سے برگشتہ کیا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے کسی عورت کو اپنے خاوند سے باغی کیا وہ ہم میں سے نہیں۔(۸۷)

خلاصہ یہ کہ اسلام سے پہلے عورت کو ہر ملک وہر قوم میں نہایت ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا یہاں تک کہ جانوروں کی طرح اس کی خرید وفروخت بھی ہوتی تھی۔عرب میں اس کی حالت اور بھی قابل رحم تھی جہاں لڑکی کو بچپن ہی میں زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، نہ اس کو وراثت میں حصہ دیا جاتا اور نہ حق مہر وغیرہ دیتے تھے۔آج بھی مغرب سمیت کسی ملک کی قوم اور دنیا کے کسی قانون، منشور یا ایکٹ میں عورت کو وہ حقوق حاصل نہیں جو اسلام نے ۱۴سو سال پہلے اس کو دیئے تھے۔قرآن کریم نے اس تصور ہی کی جڑ کاٹ دی کہ مرد محض اس بنا پر عزت ومرتبے والا ہے کہ وہ مرد ہے اور عورت محض عورت ہونے کی بنا پر ذلیل وکمتر ہے بلکہ ان میں سے جو بھی ایمان اور حسن عمل سے آراستہ ہوگا وہی دنیا وآخرت کی فلاح پائے گا۔

۸۲۔واقدی/ج۳،ص۱۱۳،۱۱۲، ۸۳۔واقدی/ج۳،ص۱۱۳،۱۱۲، ۸۴۔ترمذی/ج۱،ص۱۳۹، ۸۵۔الطیالسی/ج۵،ص۱۵۴، ۸۶۔طبرانی/ج۱۱،ص۱۳۴، ۸۷۔مسند احمد/ج۲،ص۳۹۷

اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا کا جو مادہ انسان کی فطرت میں رکھا ہے وہ حیوانات میں نہیں رکھا۔اس لئے اگر یہ دولت اس کے پاس نہ رہے تو وہ جانوروں اور حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور اس کا دل اور جسم گناہ کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

اسلام نے مرد وعورت دونوں کے لئے مساوات و یکسانیت نہیں بلکہ تقسیم کار رکھی ہے۔دنوں کا دائرہ کار جدا جدا ہے بنیادی طور پر عورت کی سرگرمیوں کا دائرہ دفتر و بازار نہیں بلکہ اس کا گھر ہے اور مرد کے ذمے گھر سے باہر کے کام ہیں،اس تقسیم کا امتیاز و برتری سے کوئی تعلق نہیں،اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ دونوں اپنی فطری صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لاسکیں۔بالفاظ دیگر یہ فرق و امتیاز اعزاز کی بنیاد پر نہیں بلکہ نظام کی بنیاد پر ہے۔جہاں تک فضیلت کا تعلق ہے تو وہ اطاعت خداوندی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ ذات پات،کنبے،قبیلوں،برادریوں،جماعتوں اور علاقوں کی وجہ سے۔کنبے قبیلے اور برادریاں وغیرہ تو محض پہچان کے لئے ہیں،آپس میں تفاخر کے لئے نہیں۔اللہ کے نزدیک مرد وعورت میں سب سے زیادہ بزرگ اور عزت والا وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو اس لئے ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت نیکیوں میں سبقت کی کوشش کرنی چاہئے۔

عورت خاندان کی اہم رکن ہے اور اس کی کئی حیثیتیں ہیں،ان میں سے ایک حیثیت ماں کی ہے اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد والدین کی اطاعت کا درجہ رکھا ہے اور والدین میں سے بھی والدہ کو ترجیح دی ہے اور مسلمانوں کو تاکیداً کہا ہے کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو اور والدین کی اطاعت میں ذرا بھی فرق نہ آنے دو خاص طور پر جب ان کے بڑھاپے کا وقت آئے تو ان کا پورا ادب واحترام کرو،ان کے لئے زبان سے کوئی بری بات نہ نکالو یہاں تک کہ ان کے سامنے ہوں بھی نہ کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔عورت کی دوسری حیثیت بیٹی کی ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ مظالم کی شکار ہوتی ہے۔بہت سی قومیں تو بیٹی کا وجود ہی گوارا نہیں کرتی تھیں اور پیدا ہوتے ہی ان کو مار ڈالتی تھیں۔آج بھی بہت سے لوگ لڑکی کی پیدائش کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کو بھی وہی مقام ومرتبہ دیا جو لڑکے کو حاصل ہے۔اس کی تیسری حیثیت بیوی کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ گھر کی تعمیر کے بغیر معاشرے کی تعمیر نہیں ہوسکتی اس لئے اسلام نے عورت کو گھر کی تعمیر کے لئے ہر قسم کی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا ہے۔اس کے نزدیک گھر کی تعمیر جہاد سے کم نہیں۔